مزارِ" بے چارہ و بے کار کا قصہ

(مبصر: سید وجاہت رسول قادری)

1۔ قبر پر گنبد (عمارت) بنانا یا قبر کو پختہ کر کے مزار بنانا ناجائز ہے۔

2۔ قبر پر فاتحہ / میلاد پڑھنا ناجائز ہے۔

(مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی، کفایت المفتی، ج1، ص:242،236، دارالاشاعت، کراچی2001ء)

علمائے دیوبند بشمول جناب اشرفعلی تھانوی صاحب کا پختہ قبر کی تعمیر اور مزار پر حاضری اور ایصالِ ثواب کے حوالے سے یہ متفقہ اور واضح فتویٰ ہے لیکن اس واضح فتویٰ کے باوجود دیوبندیوں کے شیخ مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب کو خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کی عمارت میں دفن کیا گیا اور اس پر"پختہ مزار" اور قبّہ بھی تعمیر کیا گیا جہاں دیوبندی حضرات بشمول مہتمم و مجاور مولوی نجم الحسن تھانوی صاحب، حدیث"شدِّ رحال" کی مخالفت کرتے ہوئے معمول کے مطابق حصولِ برکت کے لئے روزانہ حاضری دیتے تھے۔ ایک اخباری اطلاع(روزنامہ جنگ کراچی، مورخہ19 دسمبر2006ء / روزنامہ امت کراچی، مورخہ 20 دسمبر2006ء) کے مطابق کسی"شرپسند" یا"دہشت گرد" نے درج بالا دیوبندی فتوی پر عمل کرتے ہوئے ان کی"پختہ مزار" اور خانقاہ کے احاطے، ان کے بھائی مظہر علی"خان بہادر" (جو برطانوی دورِ حکومت میں انگریزوں کے سی۔ آئی۔ڈی ایجنٹ تھے)، ان کی اہلیہ، ان کے"خلیفہ" اور سابق مہتمم و

مجاور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ مولوی ظہور الحسن اور خاندان کے چند دیگر افراد کی قبروں کو مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا اور قبروں کو بری طرح کھود ڈالا اور وہاں سوائے گڑھے کے کچھ نہ چھوڑا، یعنی ہڈیاں تک بھی اٹھا لے گئے۔ اس طرح مجاورِ خانقاہِ تھانویہ کی ذرا سی کوتاہی نے جناب اشرفعلی تھانوی صاحب کی مٹی تو خراب کی ہی لیکن اس طرح وہ خود اپنی بھی مٹی خراب کر بیٹھے۔ جب مٹی کی بات چل نکلی ہے تو دیوبندیوں کے امام اسماعیل دہلوی صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ معاذ اللہ انبیاء کرام بھی مر کر مٹی میں مل جاتے ہیں"، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اشرفعلی تھانوی صاحب معاذ اللہ ثم معاذ اللہ انبیاء کرام سے بڑھ کر تھے کہ ان کی قبر میں مٹی کے ڈھیر کے علاوہ کچھ اور بھی بچا ہو۔ بہر حال اپنی جھینپ مٹانے کے لئے نجم الحسن تھانوی صاحب نے اس عمل کو "مزار" کی بے حرمتی قرار دیتے ہوئے حکومتِ ہند سے سخت احتجاج کیا ہے اور ہندو دہشت پسند تنظیم آر۔ ایس۔ ایس (راشٹریا سیوک سنگھ) کو اس "گھناؤنے" کام کا ذمہ دار ٹھہرا کر مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔

تعجب انگیز امر یہ ہے کہ جب 1926ء میں نجدیوں نے جنت المعلّٰی، جنت البقیع، شہدائے احد، اور طائف میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام، اہلِ بیت، جید ائمہ امت محمدیہ، محدثین، فقہا اور صلحائے امت کے مزارات تاخت و تاراج کئے اور ان پر گدھوں کے ہل چلوائے (معاذ اللہ) اس وقت دیوبندی امت کے تمام علماء مہر لب تھے بلکہ انہوں نے نجدیوں کے بادشاہ کو فتح مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ پر مبارکباد کے خطوط اور تار روانہ کئے تھے۔ (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو: تبلیغی جماعت۔ مصنفہ علامہ ارشد القادری)۔ امت محمدیہ کے ان نہایت مقدس بزرگ و برتر شخصیات کے مزارات کے انہدام سے دیوبندی حضرات کے جذبۂ ایمانی کو کوئی ٹھیس نہ پہنچی تو آج "غیر معروف مزارات" کے اکھاڑ دینے پر واویلا کیسا؟ بہت سے لوگوں کو تو یہ خبر پڑھ کر بھی حیرت ہوئی کہ ان حضرات کے بھی مزارات ہو سکتے

ہیں کہ جنھوں نے زندگی بھر مزار تعمیر کرنے کو حرام اور مزاراتِ اولیاء پر حاضری دینے والوں کو "مزار پرست"، "قبروں کے پجاری" کہہ کر مشرک ہونے کے فتوے جاری کئے۔

ایں چہ شور یست کہ در دور قمر بینم

ادھر پاکستان میں تھانوی صاحب کے کچھ متبعین یہ شور مچا رہے ہیں کہ تھانوی صاحب تحریکِ پاکستان کے عظیم رہنما تھے اس لئے حکومتِ پاکستان کو اس واقعہ پر ہندوستان سے احتجاج کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں انہی کے ہم مسلک ڈاکٹر سلمان شاہجہانپوری کا حوالہ یہاں بطور گھر کی گواہی کافی ہو گا کہ ڈاکٹر سلمان شاہجہان پوری، دیوبند کے مہتمم قاری محمد احمد ابن قاسم نانوتوی کی طرف سے انگیز گورنر یوپی کے خطبہ استقبالیہ کے متن کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں؛

"غور فرمایئے یہ (دیوبندی) حضرات نصیب کی یاوری پر فخر کر رہے ہیں اور کس زندگی کو "گم نامی اور تاریکی کی قعرِ مذلت" قرار دے رہے ہیں؟ علوم و فنونِ اسلامی کی تعلیم و تدریس اور اس کی اشاعت کو؟ صبح و شام "قال اللہ و قال الرسول" (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ورد کو اور اعمالِ اسلامی کو؟ اور کس چیز کو "باعثِ ممنونیت و سعادت" قرار دے رہے ہیں؟ (انگریزوں کی خوشامد اور غلامی کو؟) مزید حیرت اس بات پر ہے کہ ان کے اخلاف کا دعویٰ ہے کہ ملک کی آزادی کی جنگ میں ان کا حصہ ہے اور پاکستان کا قیام ان کی کوششوں کا رہینِ منّت ہے۔" (تحقیقی مقالہ "مولانا عبید اللہ سندھی کا دیوبند سے اخراج۔۔۔ پس منظر کے واقعات پر ایک نظر" ماہنامہ الولی، حیدر آباد، سندھ۔ اگست 1991ء تا نومبر 1991ء)

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دیوبندی علماء و اسکالرز اپنے عظیم عالم اشرفعلی تھانوی صاحب کے بابائے قوم کے نام لکھے گئے جس خط کو علمائے دیوبند کی تحریکِ پاکستان میں مثبت کردار کے ثبوت کے لئے بطورِ سند استعمال کرتے چلے آئے ہیں وہ بھی انہی کے ایک محقق جناب پروفیسر محمد شمیم غازی تھانوی، مقیم اچی، کی تحقیق کے مطابق قطعی جعلی ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اخبار روزنامہ جنگ، کراچی۔ مورخہ 24 اپریل 2005ء، کالم "روزنِ دیوار سے"۔ کالم نگار: عطاء الحق قاسمی)

"مزار" تھانوی کے مجاور نے مزید ستم یہ ڈھایا ہے کہ اب جبکہ وہاں قبروں کی جگہ بقول ان کے صرف گڑھے رہ گئے ہیں تو وہ ان خالی گڑھوں پر دوبارہ جھوٹی اور جعلی قبریں اور مزارات بنا رہے ہیں تو اب کیا فرماتے ہیں علمائے دیوبند اس سلسلہ میں؟

حیرت کی بات یہ ہے کہ 17 دسمبر 2006ء (ہفتہ اور اتوار کی شب) یہ چھ قبروں اور احاطہ کی مسماری اور باقاعدہ کھدائی کی کاروائی یقیناً ایک درجن سے زائد تجربہ کار مزدوروں نے کی ہوگی لیکن اس کی کانوں کان خبر نہ پڑوس میں رہنے والے مجاور/ مہتمم صاحب کو ہوئی اور نہ ارد گرد کے لوگوں کو ہوئی اور نہ ہی اتنی بڑی جماعت کو مع اوزار/ کدال/ بیلچہ وغیرہ آتے ہوئے اور بھاگتے ہوئے کسی نے دیکھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنے والے "شرپسند" گھر کے ہی بھیدی تھے اس لئے وہ پہچانے نہیں گئے اور وہ بڑے اطمینان سے اپنی کاروائی کرکے "فاتحانہ" انداز میں چہل قدمی کرتے ہوئے اپنے اپنے "حجروں" میں چلے گئے۔

ہم اہلِ سنت و جماعت تو ابتداء ہی سے مومن کی عزت و حرمت اور مزاراتِ اولیاء اور مومن کی قبر کے تقدس کے قائل ہیں۔ ہمیں جناب نجم الحسن صاحب سے بھی ہمدردی ہے کہ ان کی خانقاہ کو ظلم و بربریت کے ساتھ اجاڑ کر ان کو بے روزگار کر دیا گیا، لیکن اس کے علاوہ اور ہم کہہ بھی کیا سکتے ہیں کہ ایں ہمہ آوردہ تست! اور پھر یہ کہ ع

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی!